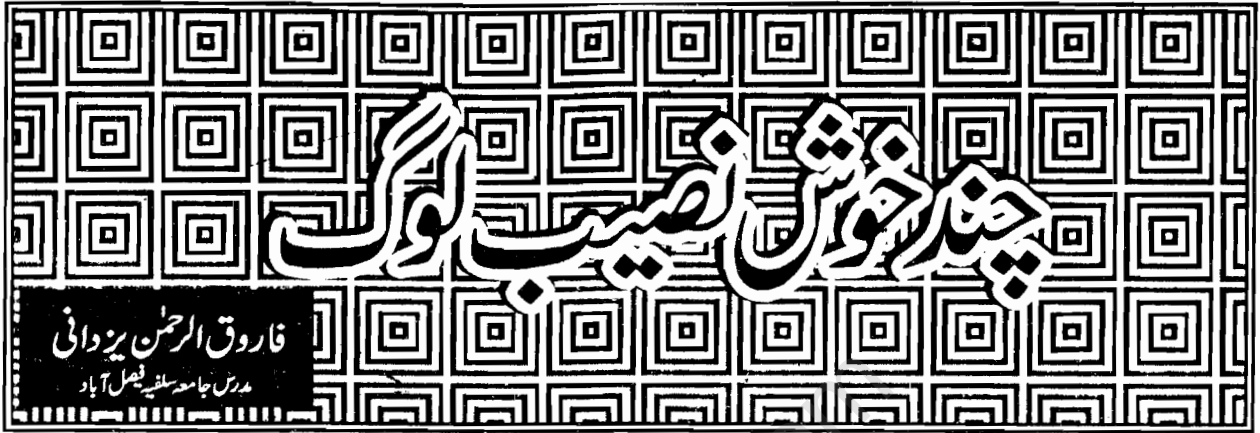




الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين۔
وقت انہی خوش نصیبوں کا بالا اختصار تذکرہ کیا جائے
معمکم این ما کنتم واللہ بما تعملون بصیر (الحديد: ۴)
اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کے ساتھ ہوں۔

ہر انسان فطرتی طور پر اس بات کا خواہشمند ہوتا ہے کہ اس کے کسی بڑی شخصیت کے ساتھ تعلقات قائم ہو جائیں کہ بوقت ضرورت اس کے مال، قوت، اختیارات اور تعلقات سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ اگر کسی ایسی شخصیت سے آدمی کی شناسائی ہو جائے تو وہ پھولا نہیں سماتا اور ہر کسی سے اپنے اس تعلق اور واقفیت کو بیان کرتا پھرتا ہے۔ اگر وہ بڑی شخصیت کسی موقع پر اس آدمی کے متعلق یہ کہہ دے کہ میں اس کے ساتھ ہوں، اس کا مددگار ہوں، معاون ہوں۔ کہ وہ علم کے لحاظ سے اور حمایتی ہوں تو پھر اس شخص کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔ لیکن اس انسان کے مقدر ہر ایک کے ساتھ ہے اسکے یہ کہہ دے کہ میں اس کے اور نصیب کا کیا کہنا کہ جس کے متعلق عرش عظیم کا رب کہے کہ میں اس کا ساتھی ہوں دیکھتا اور جانتا ہے۔ لیکن جس معیت کا تذکرہ میں اس وقت کرنا چاہتا ہوں اس کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا، ہمدردی، حمایت اور امداد کن لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ کیونکہ جس کا اللہ تعالیٰ حمایتی و مددگار بن

ہر انسان فطرتی طور پر اس بات کا خواہشمند ہوتا ہے کہ اس کے کسی بڑی شخصیت کے ساتھ تعلقات قائم ہو جائیں کہ بوقت ضرورت اس کے مال، قوت، اختیارات اور تعلقات سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ اگر کسی ایسی شخصیت سے آدمی کی شناسائی ہو جائے تو وہ پھولا نہیں سماتا اور ہر کسی سے اپنے اس تعلق اور واقفیت کو بیان کرتا پھرتا ہے۔ اگر وہ بڑی شخصیت کسی موقع پر اس آدمی کے متعلق یہ کہہ دے کہ میں اس کے ساتھ ہوں، اس کا مددگار ہوں، معاون ہوں۔ کہ وہ علم کے لحاظ سے اور حمایتی ہوں تو پھر اس شخص کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔ لیکن اس انسان کے مقدر ہر ایک کے ساتھ ہے اسکے یہ کہہ دے کہ میں اس کے اور نصیب کا کیا کہنا کہ جس کے متعلق عرش عظیم کا رب کہے کہ میں اس کا ساتھی ہوں دیکھتا اور جانتا ہے۔ لیکن جس معیت کا تذکرہ میں اس وقت کرنا چاہتا ہوں اس کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا، ہمدردی، حمایت اور امداد کن لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ کیونکہ جس کا اللہ تعالیٰ حمایتی و مددگار بن

ہوں، معاون اور حمایتی ہوں تو پھر اس شخص کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔ لیکن اس انسان کے مقدر اور نصیب کا کیا کہنا کہ جس کے متعلق عرش عظیم کا رب کہے کہ میں اس کا ساتھی ہوں ان سطور میں اس

وَالْأَرْضُ فِي سُنَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلْجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرَجُ فِيهَا وَهُوَ

ہوں، معاون اور حمایتی ہوں تو پھر اس شخص کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔ لیکن اس انسان کے مقدر اور نصیب کا کیا کہنا کہ جس کے متعلق عرش عظیم کا رب کہے کہ میں اس کا ساتھی ہوں ان سطور میں اس

جائے دنیا کی کوئی طاقت اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی معیت کا ہونا اس کے علم اور قدرت کے لحاظ سے ہے نہ کہ اس کی ذات کے لحاظ سے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

الرحمن علی العرش استنوی (طہ: ۵)

رحمن (اللہ تعالیٰ) عرش پر مستوی ہے۔ آئیے اب کتاب و سنت کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ وہ کون سے خوش نصیب ہیں جن حمایت و معیت کا اللہ تعالیٰ نے خود اعلان فرمایا ہے:

انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے

اللہ تعالیٰ کی معیت

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق میں سے بلند مقام عطا فرمایا ہے کہ پوری دنیا مل کر کسی ایک نبی و رسول علیہ السلام کی عظمت کا اندازہ بھی نہیں کر سکتی ہے کیونکہ عزت و شرف کا سب سے بلند مقام اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا فرمایا ہے اس لئے بھی اللہ تعالیٰ کی معیت کے شرف کے سب سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام ہی حقدار ہیں۔

سیدنا حضرت موسیٰ علیہم السلام جب مدین سے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت صفوراء رضی اللہ عنہا کے ساتھ مصر کو واپس آرہے تھے تو راستے میں طور کے مقام پر ایک جگہ انہیں روشنی نظر آئی چونکہ سردی کا موسم تھا اور مصر سے گئے ہوئے بھی موسیٰ علیہ السلام

کو کافی مدت ہو چکی تھی اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اہلیہ محترمہ سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو میں آپ کو اپنے کیلئے آگ لادیتا ہوں اور ممکن ہے وہاں کوئی آدمی ہو تو اس سے راستہ بھی معلوم کر لوں گا۔ جب موسیٰ علیہ السلام اس روشنی کے قریب پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارا رب ہوں اور میں نے تمہیں چن لیا ہے وہی آپ کی طرف کی جانے والی ہے اسے غور سے سنو۔ اس ساری بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی ابدی صداقتوں میں یوں بیان فرمایا:

هل اتك حديث موسى اذ را نارافقال لاهله امكثوا انى انست نارالعلی اتیکم منها بقبس او اجد علی النار هدی۔ فلما اتها نوذی یموسی۔ انى انار بک فاخلع نعلیک انک بالواد المتندس طوی۔ وانا اخترتک فاستمع لما یوحی (طہ: ۱۲-۹)

اسکے بعد موسیٰ علیہ السلام کو پیغام توحید کے ساتھ ساتھ معجزات عطا فرمادیئے اور ساتھ ہی اللہ کریم جل جلالہ نے حکم فرمایا:

اذھب الی فرعون انه طغی کہ فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

رب اشرح لی صدری و سرلی امری و احلل عقدہ من لسانی یفقهوا قولی۔ و اجعل لی

وزیرا من اہلی۔ ہارون اخی اشدد بہ ازری۔ (طہ: ۲۵-۳۱)

اللہ پاک میرا سینہ کھول دیجئے اور میرے لئے میرا معاملہ (تبلیغ کی ذمہ داری) آسان کر دیجئے اور میری زبان کی گرہ کھول دیجئے تاکہ وہ لوگ میری بات کو سمجھ لیں اور میرے اہل میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر مقرر کر کے میری قوت کو مضبوط کر دیجئے۔

موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے جواب میں اللہ وحدہ لا شریک نے فرمایا:

قد او تیت سؤلک یموسی اے موسیٰ علیہ السلام جو آپ لئے سوال کیا وہ آپ کو عطا کر دیا گیا۔ پھر کچھ احسانات یاد دلانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اذھب انت و اخوک بائنی و لا تنیا فی ذکرى۔ اذھبا الی فرعون انه طغی۔ فقولاً له قولاً لینا لعلہ یفدکبرا و یخشی۔ قالاً ربنا اننا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغی۔

اے موسیٰ علیہ السلام تم اور تمہارا بھائی دونوں میری نشانیوں کے ساتھ جاؤ اور میرے ذکر میں کمی نہ کرنا۔ فرعون کے پاس جاؤ بے شک وہ سرکش ہے۔ تو اس سے نرمی سے بات کرنا ہو سکتا ہے کہ وہ نصیحت حاصل کر لے یا ڈر جائے۔ تو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے ترسنا یا اللہ پاک ہم ڈرتے ہیں، کہ وہ کہیں ہم پر جہد ہی سے یا وہ سرکش کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لاتخافا اننى معكما اسمع

واری

تمہیں ڈرنا نہیں چاہئے کیونکہ میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سنتا بھی ہوں اور دیکھتا بھی۔

ان آیات بینات سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہے۔ اور پھر انہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بات کو اس طرح اپنایا کہ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنی اسرائیل کو رات کے اندھیرے میں لیکر نکلے تو دن کے وقت فرعون بھی اپنی فوج لیکر تعاقب میں نکلا اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو بحر قلزم کے کنارے جالیا تو قوم یہ منظر دیکھ کر سخت پریشان ہوئی اور کہنے لگی کہ موسیٰ (علیہ السلام) اب تو ہم پکڑے گئے کہ آگے دریا ہے اور پیچھے دشمن کی فوج۔ تو اس پریشانی کے عالم میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہی جواب دیا تھا:

قال كلا ان معي ربي سيهدين
کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم پکڑے جائیں کیونکہ میرا اللہ میرے ساتھ ہے۔ وہ ضرور مجھے کوئی سیدھا راہ دکھا دے گا اور پھر واقعی ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فاوحينا الى موسى ان اضرب
بعصاك الحجر فانطلق فکان کل
فرق كالطود العظيم۔ وازلنا ثم
الآخرين۔ وانجيناهم موسیٰ ومن معه
اجمعين۔ ثم اغرقنا الآخرين۔ ان فی
ذالک لایۃ وما کان اکثرهم مومنین

(الشعراء: ۶۴-۶۳)

کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اپنا عصا دریا میں مارو جب موسیٰ علیہ السلام نے دریا میں اپنا عصا مارا تو ہم نے اس پانی میں سے راستے بنادینے کہ جن سے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سارے کے سارے خیریت سے گزر گئے جبکہ فرعون اور اس کی فوج کو ہم نے اسی پانی کو ملا کر اس میں غرق کر دیا۔

اسی طرح ہادی کائنات، سید الرسل، امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے غار ثور میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس وقت فرمایا تھا کہ جب وہ دشمن کو غار کے منہ پر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے متعلق غمزدہ ہو گئے تھے کہ:

لا تحزن ان الله معنا
ابوبکر غم نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس یقین کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح عملی جامہ پہنایا کہ غار کے دروازے پر مکڑی نے جالا بن دیا اور کافر غار کے دروازے پر پہنچ جانے کے باوجود رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھ سکے اور یوں اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل و رسوا کر دیا اور اپنے پیغمبر محمد ﷺ اور ان کے ساتھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حفاظت فرمائی۔ اللہ کریم نے اس بات کو یوں بیان فرمایا:

فانزل الله سكينته عليه
وايده بجنود لم تروها وجعل كلمة
الذين كفروا السفلى وكلمة الله هي

العلياء والله عزيز حكيم (التوبة:

۴۰)

اس آیت مبارکہ سے بھی یہ بات واضح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی معیت، حمایت اور مدد کے اولین حقدار حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی نفوس قدسیہ ہیں۔

مومنین کیلئے اللہ تعالیٰ کی معیت

جس طرح اللہ تعالیٰ کی معیت، نصرت و مدد انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معیت، مدد و نصرت انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانے والے اور ان کی اطاعت کرنے والے مومنین کیلئے بھی ہے۔ جیسا کہ مذکورہ دونوں واقعات سے بھی اظہر من الشمس ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم بنی اسرائیل کی مدد بھی فرمائی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی مشرکین مکہ کے شر سے محفوظ فرمایا۔ لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ نے مومنین کو بطور خاص بھی ارشاد فرمائی کہ اگر تم مومن بنو گے میرے نبی و رسول کی اطاعت کرو گے تو پھر میں تمہارے ساتھ ہوں۔

بنی اسرائیل کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ولقد اخذ الله ميثاق بني
اسرائيل وبعثنا منهم اثني
عشر نبياً وقال ايلله انى معكم لنن
اقمتم الصلوة واتيتم الزكوة وامنتم
برسلى وعزتموهم واقرضتم الله

دعوت دیتا رہیگا تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا اور اگر کوئی شخص یہ عمل نہیں کرے گا یا اس میں کمزوری دکھائے گا تو اللہ تعالیٰ کی معیت اور مدد و نصرت سے محروم رہ جائے گا۔ (بخاری، ترمذی)

والله معكم ولن يتركم اعمالكم (محمد: ۳۲، ۳۵)
اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور (اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کر کے) اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔ کیونکہ

قرضا حسنا لا كفرن سيانكم ولا دخلنكم جنات تجري من تحتها الانهر فمن كفر بعد ذلك منكم فقد ضل سواء السبيل (المائدہ: ۱۲)

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب مسلمان اسلام کے ان سنہری اصولوں پر کاربند تھے تو اللہ تعالیٰ کی مدد و برکت شامل حال رہتی تھی کبھی فرشتوں کی صورت میں۔ کبھی ہوا کی شکل میں تو کبھی خوف

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے رستے سے رک گئے۔ پھر وہ کفر کی حالت میں ہی مر گئے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ تم سب نہ ہو اور صلح و سلامتی کی دعوت دیتے رہو تم ہی غالب

کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا اور ان میں سے بارہ سردار مقرر فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے بنی اسرائیل بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ

کے ذریعے لیکن جب سے مسلمانوں نے ان اصولوں کو چھوڑا ہے تو ذلت و رسوائی ہی ان کا مقدر بن کر رہ گئی ہے کہ باوجود کروڑوں، اربوں کی تعداد میں ہونے کے، باوجود فوجیں رکھنے کے، باوجود ہندو اور یہودی و عیسائی سے خوفزدہ ہیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ نبی کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کو چھوڑ دیا ہے۔ آپ ﷺ کی اطاعت سے منہ پھیر لیا۔ نماز اور زکوٰۃ سے کچھ نہ تو ایسے ہی جان چھڑائی اور کچھ نہ بس رکی طور پر ہی انہیں اپنایا نہ صرف کہ دین کو پھیلانے میں سستی کی بلکہ دینی شعائر اور دین کو ماننے والوں کے گرد گھیرا اٹک کیا۔ دشمنان اسلام کو دین اسلام کی دعوت دینے کی

جب سے مسلمانوں نے ان اصولوں کو چھوڑا ہے تو ذلت و رسوائی ہی ان کا مقدر بن کر رہ گئی ہے کہ باوجود کروڑوں، اربوں کی تعداد میں ہونے کے، باوجود فوجیں رکھنے اور اسلحہ سے لیس ہونے کے، بزدل ہندو اور یہودی و عیسائی سے خوفزدہ ہیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ نبی کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کو چھوڑ دیا ہے۔ آپ ﷺ کی اطاعت سے منہ پھیر لیا۔ نماز اور زکوٰۃ سے کچھ نہ تو ایسے ہی جان چھڑائی اور کچھ نہ بس رکی طور پر ہی انہیں اپنایا نہ صرف کہ دین کو پھیلانے میں سستی کی بلکہ دینی شعائر اور دین کو ماننے والوں کے گرد گھیرا اٹک کیا۔ دشمنان اسلام کو دین اسلام کی دعوت دینے کی

ادا کرو، میرے رسولوں پر ایمان لاؤ، اور ان کی مدد کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسد دو۔ البتہ میں تمہارے گناہوں کو منا دوں گا۔ اور تمہیں ایسے باغات (جنتوں) میں داخل کروں گا جن میں نہریں بہتی ہیں۔ لیکن جس نے اس کے بعد کفر کیا تو بے شک وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہو گیا۔

آؤ گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ ہرگز تمہارے اعمال کا اجر کم نہیں کرے گا۔

اسی طرح امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرمایا:

عزیز قارئین! ان آیات بینات سے یہ بات واضح ہوئی کہ جو کوئی انبیاء و رسل علیہم السلام پر ایمان لائے گا ان کی اطاعت کریگا۔ ان کی شریعت کو پھیلانے میں ان انبیاء و رسل علیہم السلام سے تعاون کرے گا۔ نماز قائم کرے۔ زکوٰۃ دے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرے۔ کفر سے بچے دین اسلام کو اپنانے اور پھیلانے میں سستی نہ کرے۔ دشمنان اسلام کو برابر دین اسلام کی

یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم ان الذین کفروا وصنوا عن سبیل اللہ ثم ماتوا وہم کفار فلن یغفر اللہ لہم۔ فلا تہنوا وتدعوا الی السلم وانتم الاعلون

بجائے ان کی رسوم و رواج کو اپنالیا اور اسلام دشمنی میں ان کے دست و بازو بن گئے نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی معیت سے محروم ہو گئے۔ میرے مسلمان بھائیو اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معیت ہمیں نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے شامل حال ہو اور ہم پھر سے دنیا کی عظیم اور فاتح قوم بن جائیں تو اس کیلئے ہمیں اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ اصولوں کو پھر سے اپنانا ہوگا اگر ہم ایسا کر لیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد اس طرح آج بھی اتر سکتی ہے جیسا کہ بدر و حنین اور خندق کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔ آج بھی ہو گر براہیم سا ایمان پیدا آگ کر سکتی ہے انداز گلستان پیدا فضاء بدر پیدا کر، فرشتے تیری نصرت کو اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی مومنین کی مدد کرنے والوں کیلئے

اللہ تعالیٰ کی معیت

جس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام اور انبیاء کرام پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت و مہربانہ برداری کرنے والے مومنین کیلئے اپنی معیت (ساتھ) کا اعلان فرمایا ہے۔ اس طرح جو لوگ مومنین کی مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اپنی معیت کا شرف بخشا ہے۔

چنانچہ جب کفر و اسلام کا پہلا معرکہ بدر کے مقام پر لڑا گیا اس وقت مسلمانوں کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی وہ بھی قبی دست تقریباً غیر مسلح، جبکہ کفار ایک ہزار کا لشکر اور ہر قسم کے ہتھیاروں سے

مسلح تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی چودہ سالہ نبوت کی محنت اور کمائی بدر کے میدان میں ڈھیر کر کے اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست کی تو اللہ کریم نے آسمان سے فرشتوں کی فوج مسلمانوں کے شانہ بشانہ لڑنے کیلئے اتار دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جو پیغام دیکر بھیجا اسے قرآن مجید کے حروف میں یوں بیان فرمایا:

اذ یوحی ربک الی الملئکة انسی معکم فثبتوا الذین امنوا سالتی فی قلوب الذین کنتموا الرعب فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم کل بنیان (الانفال: ۱۲)

جب وحی کی آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں تم ثابت قدم رکھو۔ (حوصلہ دو، مضبوط کرو) ان لوگوں کو جو ایمان لائے میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا تم ان کافروں کی گردنوں اور جوڑ جوڑ پر مارو۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو جو مسلمانوں کی مدد کیلئے آ رہے تھے فرمایا: انی معکم۔ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی بھی اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کریگا، اللہ تعالیٰ کی مدد، معیت اور نصرت اس کو نصیب ہوگی۔ دیکھ لیجئے اگر محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ ایک مسلمان عورت کی مدد کیلئے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مدد سے کفر کا سینہ چرتے

ہوئے ملتان کے درو دیوار تک پہنچتا ہے۔ اور ایک ہم ہیں کہ آج اپنی تجوریوں اور پیٹ کی بوریوں کو بھرنے کیلئے زمینی حقائق کا غدر تراش کر مصلحت و عقل اور دانش مندی کا نام دیکر اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے جان و مال کو تباہ و برباد کر رہے ہیں اور مسلمان بہنوں، بیٹیوں کو کفار کے درندوں کے رحم و کرم پر چھوڑ رہے ہیں۔ ان حالات کی وجہ سے جب اللہ تعالیٰ کی مدد ہم سے کوسوں دور چلی جائیگی۔ ہم اپنی ہی قوم کو دشمن کا نام لے کر نہیں ڈرائیں گے۔ تو اور کیا کریں گے جیسا کہ گذشتہ دنوں وزیر اعظم میر ظفر اللہ جمالی نے قوم کو یہ مژدہ سنایا تھا کہ بھارت ہم سے زیادہ طاقتور ہے اور ہم کمزور ہیں لہذا اپوزیشن کو بوش کے ناخن لینے چاہیں، یہ سب کچھ ہمارے اعمال اور اسلام و مسلمان دشمنی میں پیش کئے جانے والے کردار کا منطقی نتیجہ ہے۔ جو ہم نے افغان بھائیوں کے قتل و غارت میں ادا کیا اور کشمیری مجاہدین اور ان کے معاونین کے خلاف جو ہم جہد مسلسل کر رہے ہیں اس سے نہ صرف کہ ہم اللہ تعالیٰ کی تائید و حمایت سے محروم ہو جائیں گے۔ بلکہ اگر ہمارے لیچھن یہی رہے اور ہم نے اپنی روش نہ بدلی تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا کسی بھی صورت میں ہم پر برس سکتا ہے (استغفر اللہ، اعاذنا اللہ منہ)

مجاہدین و محسنین کیلئے

اللہ تعالیٰ کی معیت

جہاد کرنا بہت بڑائی کی کا عمل ہے جسے ناطق حق ﷺ نے سنم الاسلام، اسلام کی چوٹی قرار

ہو کر (مل کر) تم سے لڑتے ہیں۔ اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ متقی پرہیزگار لوگوں کے ساتھ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا
الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلِيَجِدُوا
فِيكُمْ غُلُظَةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ
الْمُتَّقِينَ۔ (التوبة: ۱۲۳)

اے ایمان والو کافروں میں سے جو تمہارے قریب (آس پاس) ہیں ان سے لڑو اور انہیں تمہاری سختی و بہادری معلوم ہونی چاہئے۔ اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے:

الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ
وَالْحَرُمَاتُ قَصَاصٌ فَمَنْ اعْتَدَى
عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ
مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا
أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (البقرہ: ۱۹۶)

حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کے بدلے میں ہے اور حرمتوں کا بدلہ ہے تو جو شخص تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اتنی زیادتی کرو جتنی زیادتی اس نے تم پر کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ متقین، پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

ان آیات بیانات میں متقین کیلئے اللہ تعالیٰ کی معیت (مدد) کا شرف حاصل ہونا واضح طور پر بیان ہو رہا ہے۔

جن لوگوں نے ہمارے لئے (ہمارے راستے میں) کوشش کی البتہ ہم ان کو ضرور اپنے راستے دکھا دیتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

متقین کیلئے اللہ تعالیٰ کی معیت

تقویٰ و پرہیزگاری بھی انسان کو انتہائی خلوص سے عمل کرنے کے ساتھ ہی حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ ہمہ قسم کے صغیرہ یا کبیرہ گناہوں سے بچنا ہی حتیٰ کہ شکوک و شبہات کے کاموں اور چیزوں سے بھی اجتناب کرنا تقویٰ کہلاتا ہے۔ چونکہ متقی انسان بھی اپنی تمام تر خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے قربان کر دیتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ شرف بخشا ہے۔ کہ اے اپنی معیت نصیب فرمائی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتاب الله يوم خلق السموات والارض منها اربعة حرم. ذالک الدین التیم فلا تظلموا فیہن انفسکم وقاتلوا المشرکین كافة کما یقاتلونکم كافة واعلموا ان اللہ مع المتقین۔ (التوبہ: ۳۶)

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی کتاب میں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں یہ سیدھا دین ہے تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے اکٹھے ہو کر لڑائی کرو۔ جیسا کہ وہ اکٹھے

دیا ہے۔ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور ترقی و بلندی کی کوشش کرتا ہے تو اس کی یہ کوشش و جدوجہد جہاد ہی کہلائے گی کیونکہ جہاد کا لفظ اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے جو آدمی بھی اپنے ہر قسم کے دنیاوی مفادات سے بالاتر ہو کر خالصتہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کیلئے اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو نیکی فرمایا ہے کیونکہ نیکی انتہا درجہ کے خلوص کا ہی نام ہے جیسا کہ حدیث جبریل علیہ السلام میں حضرت جبریل علیہ السلام کے اس سوال کہ مالا احسان؟ احسان یعنی اخلاص (نیکی) کیا ہے؟ کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

ان تعبد الله کانک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک (بخاری ۱/۱۲، کتاب الایمان)

کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کہ جس طرح تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ تصور پیدا نہ ہو سکے تو پھر یہ یقین کر لے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے ظاہر ہے۔ کہ جب انسان کی یہ حالت ہوگی تو اس میں اعلیٰ درجہ کا خلوص ہوگا جو لوگ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے عمل کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کیلئے اپنی معیت کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا:

والذین جاهدوا فینا لنھدینھم سبیلنا وان اللہ لمع المحسنین (العنکبوت: ۲۹)

صبر کرنے والوں کیلئے

اللہ تعالیٰ کی معیت

اسلام میں صبر کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اس لئے کہ صبر ایک بہت مشکل امر ہے البتہ جو اس کو اپنالیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے آسانیاں پیدا فرما دیتے ہیں اور پھر اس شخص کیلئے کوئی بھی کام مشکل نہیں ہوتا۔ صبر کے تین معانی بیان کئے جاتے ہیں:

- ۱۔ نیکی کرنا۔ ۲۔ گناہ سے بچنا۔ ۳۔ کوئی مصیبت آئے تو خند پیشانی اور ثابت قدمی سے اس کو برداشت کرنا۔

کیونکہ جب آدمی کوئی نیکی کا کام کرتا ہے تو

اس کیلئے اسے اپنی خواہشات کو قربان کرنے کے ساتھ ساتھ بعض اوقات مشقت بھی اٹھانا پڑتی ہے۔ اور گناہ سے بچنے کیلئے بھی یہی معاملہ کار فرما ہوتا ہے۔ اور پھر

کبھی نیکی کرنے یا گناہ سے بچنے کی وجہ سے کوئی مصیبت آ جاتی ہے تو وہ شخص مصیبت تکلیف، اور پریشانی کی وجہ سے نیکی کرنا نہیں چھوڑتا۔ اور نہ ہی وہ گناہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس وہ تکلیف اور مصیبت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے برداشت کر لیتا ہے۔ عام طور پر صبر کا یہی معنی

و مفہوم لیا جاتا ہے۔ بہر حال صبر کرنا بہت بڑا نیکی کا عمل ہے۔ جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کیلئے خصوصی طور پر اپنی معیت کا اظہار فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (البقرہ: ۱۵۳)

اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ساتھ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ یعنی جب بھی کوئی مصیبت آجائے تو ایمان پر ثابت قدم رہو اور نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے

وقت کے اپنے نبی (حضرت شمویل علیہ السلام) سے مطالبہ کر دیا کہ ہمارا کوئی سربراہ، سردار، کمانڈر، اور چیف آف آرمی سٹاف مقرر کر دیں کہ جس کی سربراہی میں ہم جہاد کریں۔ حضرت شمویل علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے طاہرہ کو تمہارا بادشاہ اور سردار مقرر کر دیا ہے۔ تو پہلے تو انہوں نے انگوٹھ کے کئی اعتراض کئے کہ اس کے پاس مال و دولت نہیں ہے اس لئے وہ ہمارا سردار کیسے ہو سکتا ہے۔ لیکن جب یہ فیصلہ تبدیل نہ ہوا تو ایک موقع پر جب حضرت طاہرہ اپنی قوم کو لیکر جالوت کا فری فوج سے جہاد اور لڑائی کے نکلے تو اس

وقت بعض لوگوں نے یہ بات کہی:

لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ

کہ ہم تو جالوت اور اس کی فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو جو لوگ مخلص تھے انہوں نے جو جواب دیا

اللہ کریم نے اسے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلْقَاوُا إِلَهِهِ كَم مِّن فِتْنَةٍ قَبْلُ غَلَبَتْ فِتْنَةُ كَثِيرَةٍ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ (البقرہ: ۲۴۹)

مصیبت اور مشکل کے نلنے کا سوال کرو۔ جو شخص ایسا کرے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائیں گے اور اس مصیبت کے خلاف اپنے اس بندے کا ساتھ دیں گے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ شخص مصائب و مشکلات پر قابو پالے گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت طاہرہ علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں سے ہی ایک گروہ نے اس

کا کفر مل کر اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کیلئے کہ بہت باندھ چکا ہے۔ مگر افسوس کہ مسلم حکمران نہ صرف یہ کہ خواب غفلت میں پڑے ہیں بلکہ کفار کی چالوں میں لگے ہیں۔ تو ایمان پر ثابت قدم رہتے ہوئے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ جب یہ سارے کام ہم کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ بھی اپنے وعدے کے مطابق ہمارا حامی و مددگار بن جائیگا کہ:

من اصدق من الله حديثا
اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات کرنے والا کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔ اور یہ کہ:

ان الله لا يخلف الميعاد
اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف بھی نہیں کرتا۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اسلام کو اپنانے میں اور حق کی آواز لوگوں تک پہنچانے میں کمی اور سستی نہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ کا فرمان:

واوفو بعهدي اوف بعهديكم
تم میرے وعدے کو پورا کرو تو میں تمہارے وعدے کو پورا کروں گا۔

نہ شاخ گل ہی اونچی ہے نہ دیوار چمن اسے بلبل تیری ہم کی پستی تیری کوشش کی کوتاہی اللہ تعالیٰ کے حضور عجز و انکساری سے دعا اور عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ صفات اور خوبیاں پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جن کی وجہ سے ایک کمزور

و نحيف انسان اللہ رب العزت کی معیت کا حقدار بن جاتا ہے آمین ثم آمین

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ حُبَّ وَ حُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ
وَ حُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنَا إِلَى حُبِّكَ

کہ اللہ تعالیٰ کی معیت، مدد، نصرت و حمایت حاصل کرنے کیلئے صبر جیسا عزیمت کا عمل اختیار کرنا چاہئے۔

عزیز قارئین:

گذشتہ ساری بحث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ کچھ ایسے خوش نصیب بھی ہیں کہ جن کا اللہ تعالیٰ ساتھی ہے اور جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد، نصرت اور حمایت کا بطور خاص وعدہ فرمایا ہے۔ اگر ہم بھی چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا ساتھی بن جائے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہو جائے تو ہمیں

بھی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین پر ایمان لائیں رسول اللہ ﷺ کی دل و جان سے اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ اور دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور سر بلندی کیلئے اپنا تن من و دھن قربان کر دیں اور دین اسلام اور اسے اپنانے والے مسلمانوں کی مدد اور ان سے تعاون کرنے کو اپنا فرض سمجھیں۔ کفار سے دوستی کی بجائے انہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اللہ ﷺ و دین اسلام اور اپنا دشمن سمجھیں اور اگر وہ مسلمانوں سے جنگ کریں تو پھر ہم بھی تمام تر وسائل کے ساتھ کفار کا میدان قتال و جہاد میں مقابلہ کریں۔ نماز کی پابندی کریں زکوٰۃ ادا کریں، اپنا مال، وقت اور جان حتیٰ کہ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کریں۔

اپنے اندر تقویٰ و پرہیزگاری پیدا کریں ہر قسم کے گناہوں سے بچیں حتیٰ کہ شکوک و شبہات کی آلودگی سے بھی اپنے دامن کو بچائیں۔ اور اگر کبھی مشکل حالات پیدا ہو جائیں جیسا کہ آجکل ہیں کہ ساری دنیا

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات (قیامت کے قائم ہونے) کا یقین تھا انہوں نے کہا (ہمیں گھبراتا نہیں چاہئے کیونکہ) کتنی ہی تھوڑی جماعتیں اللہ تعالیٰ کے حکم (مدد) سے بڑی جماعتوں پر غالب آ گئیں اور اللہ تعالیٰ تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور پھر جب وہ کفار کے مقابلہ میں نکلے تو انہوں نے یہ دنا کی: ربنا افرغ علينا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا على القوم الكافرين (البقرہ: ۲۵۰)

اے اللہ ہمیں صبر کی توفیق فرما اور ہمیں ثابت قدم رکھ۔ اور کفار کے خلاف ہماری مدد فرما جب ان لوگوں نے صبر کا اس قدر مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے معیت والے وعدے کو یوں پورا کیا کہ ان مٹھی بھر صابریں کو کافروں کے بہت بڑے لشکر پر فتح عطا فرمائی چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فهزموهم بان الله وقتل داود جالوت واتته الله الملك والحكمة وعلمه مما يشاء (البقرہ: ۲۵۱)

تو ان صبر کرنے والوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کفار کو شکست دی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے (کافروں کے کمانڈر) جالوت کو قتل کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو بادشاہی اور حکمت (نبوت) عطا فرمائی اور جو چاہا انہیں علم سکھایا۔

ان آیات و بیانات سے اللہ تعالیٰ کے وعدے کی صداقت بھی ثابت ہوتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کیلئے اپنی معیت کا اعلان فرمایا تو پھر اس وعدے کو پورا بھی کر دکھایا۔ تاکہ لوگوں کو یقین آ جائے